Dareecha-e-Tahqeq
دریچۂ تحقیق
ISSN PRINT 2958-0005 ISSN Online 2790-9972
VOL 5, Issue 3
www.dareechaetahqeeq.com dareecha.tahqeeq@gmail.com

غلام شبیر

پی ایچ. ڈی سکالر نیشنل یونی ورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

اٹھارویں صدی کے پنجاب کی سماجی و ثقافتی صورت حال: وارث شاہ کے کلام کی روشنی میں

Ghulam Shabbir
Ph. D. Scholar National university of modern languages, Islamabad

The socio-cultural situation of Punjab in the eighteenth century: in the light of Waris Shah's poetry

The Punjab of the 18th century was marked by political instability, social unrest, and economic disparity. While the elite focused on safeguarding their interests, the lower classes—farmers, shepherds, artisans, women, and rural folk—faced severe exploitation and cultural suppression.
In this context, Waris Shah's celebrated poetic work Heer Waris Shah not only presents a romantic tale but also subtly portrays the deep-rooted social contradictions, class injustice, religious hypocrisy, and cultural challenges of the time.This study explores how Waris Shah's poetry reflects the social and cultural conditions of Punjab's marginalized classes during the 18th century. The research examines issues such as the oppression of women, forced marriages, unfair judicial systems, and the hardships of peasant life.Moreover, it highlights the poet's use of satire, resistance, reformist tone, and deep insight into societal dynamics.
Keywords: socio-cultural, Waris Shah, political instability, societal dynamics, Heer Waris Shah

وارث شاہ کا دور انتہائی افراتفری اور اضطراب کا دور تھا۔ نادر شاہ کے لاہور پر حملے اور پھر لاہور کو فتح کرنے کے بعد دلی اور 1739ء کو کرنال پہنچا۔ اس کے بعد احمد شاہ نے کئی ایک حملے کر کے ہندوستان کو بالعموم اور پنجاب کو بالخصوص الٹ پلٹ کر رکھ دیا۔ ایک طرف بیرونی حملہ آور اور دوسری طرف اندرونی طور پر سکھا شاہی اور مرہٹوں کی لوٹ مار نے پنجاب کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا۔ ایسے انتشاری حالات میں روحانی و اخلاقی تنزلی کا در آنا فطری عمل تھا اس تمام تر صورتحال میں مغل حکمران اور امراء داخلی صورتحال سے بے خبر عیش طرب کی محفلیں جما کر بیٹھے تھے۔ رقص و سرور سے جی لبھا رہے تھے وارث شاہ کی شاعری اس مکمل صورت کو پیش کرتی ہے۔

علی عباس جلالپوری کے مقالات وارث شاہ میں لکھا ہے۔

وارث شاہ کو اس بات کا شدید احساس تھا کہ اس ہمہ گیر جبر و تشدد کے عالم میں مظلوم و کمزور عوام کی حالت سقیم تھی وہ بار بار مختلف پیرائیوں میں عوام کی زبوں حالی اور مظلومیت کا ذکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مظلوم اور غریب جنہیں پیروں تلے روندا جا رہا ہے ڈر کے مارے حرف شکایت زبان پر نہیں لاتے۔ [1)]

وارث شاہ کی تخلیق اٹھارویں صدی کے پنجاب کی آئینہ نما تاریخی دستاویز ہے۔ جس میں اس دور کے مختلف طبقات کے رویے نچلے طبقات کے زبوں حالی ان کے شعروں میں نظر آتی ہے۔ وارث شاہ کی ہیر اک عشقیہ داستان ہونے کے ساتھ ساتھ ایک سماجی دستاویز ہے۔

نچلے طبقات کی مکمل عکاسی وارث شاہ کے کلام میں جھلکتی ہے۔ اس وقت کا سماج ذات پات معاشرتی ناہمواروں کا شکار تھا۔ ذات برادری اور خاندانی وجاہت اس معاشرے کا دکھتا

ہوا نا سور ہے۔ ہر جگہ خاندانی بڑائی کو بڑے فخر اور رعونت سے پیش کیا گیا ہے۔ آج بھی پنجاب کے بہت سے علاقوں میں خاندانی منصب کے خلاف کوئی کام ہو تو اس کو کٹ مرنے کے مترادف سمجھا جاتا ہے۔ بڑے لوگوں سے تعلق قائم کرنا قابل فخر سمجھا جاتا ہے۔ نچلی ذات کے لوگوں جن میں چوہڑے، موچی، نائی، اور تیلی، ان کو تنقید کا ہدف بنایا گیا ہے۔ نچلے طبقے کو عزت نہ دینا اور ان کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنا اس وقت کے پنجاب کا عام معاشرتی چلن نظر آتا ہے۔ وارث شاہ نے اپنے کلام میں پنجاب کی تہذیب و تمدن اور ثقافت کی مکمل تصویر کشی کی ہے یہ قصہ پڑھتے ہوئے پورا پنجاب زندہ و جاوید ہو کر قاری کی آنکھوں کے سامنے چلتا پھرتا نظر آتا ہے۔ (2)

نہیں چوہڑے دا پت ہو سید گھوڑے ہون ناہیں پتر لیلیاں دے

وارث شاہ فقیر بھی نہیں ہوندے بیٹے جٹاں تے موچیاں تیلیاں دے۔ (3)

وارث شاہ نے اٹھارویں صدی کے سماج کی تہذیب و ثقافت میں غوطہ زن ہو کر ایک ایک پہلو کو شاعری کے پیرائے میں لکھ دیا ہے۔ جب ہیر اپنے ضمیر کا فیصلہ سناتی ہے تو پیر اور قاضی اس کو سمجھانے آتے ہیں۔ کہ نوکروں اور مزدوروں سے راہ و رسم قائم کرنا بڑے عیب کی بات ہے۔ یہ طبقہ محض تمہاری خدمت کے لیے بنا ہے۔ لہذا ان لوگوں سے تعلق محض کام کاج کی حد تک رکھنا چاہیے۔

چاک چوبراں نال نہ گل کیجیے، ایہہ محنتی کیہڑے تھاؤں دے نیں۔ (4)

ترجمہ:-نوکروں اور کام کاج کرنے والوں سے زیادہ بات چیت کی ضرورت نہیں یہ محض محنتی کیڑے ہیں۔

یہ غیر انسانی رویہ ہے جس میں کسی انسان کی ذاتی قابلیت اور اس کے رویے اور کردار کی بجائے اس کا حسب و نصب اور خاندان دیکھا جاتا ہے۔

اسی طرح اس دور میں اکثر لوگوں معاشرے کے طعنے، تنقید اور باتوں پر عمل کرتے ہوئے ناممکن کے حصول کی کوشش کرتے تھے۔ جس طرح رانجھے کو اس کی بھابی طعنہ دیتی ہے اگر تم ایک مرد کے بیٹے ہو تو ہیر سے شادی کر کے دکھاؤ اور وہ اس کام پر گھر سے نکل پڑتا ہے۔

بقول وارث شاہ:

نڈی سیالاں دی ویاہ کے لیاوساں میں کرو بولیاں اتے ٹھٹھولیاں نی

بہے گھت پیڑھا وانگ مہریاں دے ہون تساں جہیاں اگے گولیاں نی۔ (5)

ترجمہ:-تم مجھے تن نہ دو اور نہ ہی میرا مذاق بناؤ میں سیالوں کی خوب صورت دوشیزہ ہیر بیاہ کر دکھاؤں گا جو ملکہ کی طرح بلند مسند پر براجمان ہو گی اور تم سب اس کے سامنے کنیزوں کی طرح کھڑی ہوں گی۔

وارث شاہ کا دور انتہائی بدامنی اور خلفشاری کا دور تھا۔ سماجی و ثقافتی اور عمرانی تصور کا فقدان چور چودھری بن گئے شرفا کی حالت یہ تھی کہ انہوں نے کنجروں کی عادتیں اختیار کر لیں۔ فقراء کی یہ حالت ہے کہ وہ بدچلن عورتوں میں گھرے رہتے ہیں اور جوان عورتوں سے طرح طرح کے سوال و جواب میں مصروف رہتے ہیں۔ وارث شاہ مساوات پر مکمل یقین رکھتے ہیں۔

سید شیخ نوں پیر نہ جانیے وو عمل کرے جے اوہ چنڈال دے جی

ہوءِ چوہڑا ترک حرام مسلم، مسلمان سمجھ اوس دے نال دے جی۔ (6)

ترجمہ:-وارث شاہ نے مساوات کے اعلیٰ تصور کی ترجمانی کی ہے۔ اگر سید شیخ (صاحب علم) کے عمل برے ہیں تو اس کو پیر نہیں ماننا چاہیے اور اگر چوہڑا حرام چھوڑ کر مسلمان ہو جائے تو وہ دوسرے مسلمانوں جیسا ہو جاتا ہے۔

پنجاب میں مسلمانوں کی آمد ہوئی تو یہاں کے غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا لیکن وہ اپنے رسم و رواج ساتھ لائے اور عرصہ دراز ہندو مسلم سماج کا میل جول رہا جس کی وجہ سے وہ رسمیں مسلمانوں میں بھی کسی حد تک سرایت کر گئیں وہ شودر، برہمن اور کھشتری کی تقسیم مسلمانوں میں بھی نظر آتی ہے

رانجھیاں نال نہ کدی ہے ساک کیتا نہیں دیتیاں اساں کڑمائیاں وو

کتھوں رلدیاں گولیاں آئیاں نوں دجن ایہہ سیالاں دیاجائیاں وو۔[7]

ترجمہ:۔ہم نے رانجھا قوم کے ساتھ کبھی رشتہ ناطہ نہیں کیا۔اس قسم کے ذلیل و خوار غلاموں کو بھلا سیالوں کی بیٹیوں کا رشتہ کیسے زیب دیتا ہے۔

اٹھارویں صدی کے پنجاب کو ہم وارث شاہ کی شاعری کے آئینہ میں دیکھیں تو ان کی شاعری نچلے طبقے کے سماجی، معاشرتی اور معاشی حالات کی آئینہ دار ہے۔پنجاب میں بسنے والے مختلف طبقات اور ذاتوں کا ذکر وارث شاہ کے کلام میں ملتا ہے۔

نہر، کھتری، باہمن، ترک، جٹ، ترکھان، کھوجے، پھلیارے، پکھی واس، تیلی، موچی، پٹھان،

مغل، بنجارے، چمیار، راجپوت، درزی، ماچھی، سید، شیخ، کمہار، چنگر، نائی، کلال، ڈوم،

خراسی، بھرائی، قصائی، بھٹ، پیرنے، بلوچ، گجر، ڈوگر۔[8]

وارث شاہ نے اس دور کے ایسے نہ صرف بیان کیے ہیں بلکہ ان کے حل پر زور دیا ہے اور تنقیدی نقطہ نظر اختیار کیا ہے۔

حضرت قاضی تے پنچ سدا سارے بھائیاں زمین نوں کچھ ہوائی آہی

وڈھی دے کے بھوئیں دے بنے وارث، بنجر زمین رنجھیٹے نوں آہی۔[9]

ترجمہ:۔رانجھے کے بائیوں نے گاؤں کے قاضی اور پنچ کو بلوا کر زمین تقسیم کروائی۔رشوت دیکھ کر خود تو اچھی اور زیر کاشت زمین کے مالک بن گئے اور رانجھے کو بنجر زمین دلوادی۔

اس طرح وارث شاہ نے اپنے کلام کے ذریعے اس دور کے نظام عدل پر گہری چوٹ لگائی ہے۔اس طرح کے فیصلے معاشروں اور قوموں کے زوال کا پیش خیمہ بنتے ہیں۔نچلے طبقے کی محرومیاں اور استحصالی نظام کو وارث شاہ نے زوردار انداز سے پیش کیا ہے۔نچلے طبقے کا مقام و منصب اور ثقافتی مظاہر کی عکاسی کی ہے۔ہیر کا کردار عورتوں کی نمائندگی کرتا ہے۔ونی زبردستی کی شادی عورت کی مرضی کا استحصال اس دور کے تکلیف دے حقائق ہیں۔

اسی طرح کسان اور چرواہے اس دور کی معیشت کی بنیاد تھے۔مگر جاگیردارانہ نظام کے تحت نافذ شدہ ٹیکسوں نے ان کی زندگی کو اجیرن بنا رکھا تھا۔طاقتور طبقے کو مکمل تحفظ حاصل تھا جبکہ غریب کے لیے عدل و انصاف ایک خواب بن کر رہ گیا تھا۔ثقافتی لحاظ سے دیکھیں تو وارث شاہ نے اپنے عہد کے شادی بیاہ، جہیز، مہندی اور رخصتی جیسی بے شمار رسومات کا ذکر کیا۔پنجاب کے لوگوں کا رہن سہن، لباس، خوراک اور بول چال کے انداز بڑی باریکی سے بیان کیے ہیں۔تحقیق سے یہ بات ثابت ہے کہ وارث شاہ کی ہیر محض ایک رومانوی قصہ ہی نہیں بلکہ اپنے دور کے سماج و تاریخ کی دستاویز ہے جو آج بھی تحقیق اور فہم کے نئے در وا کرتی ہے۔

یوں اٹھارویں صدی کے وارث شاہ کے کلام کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔کہ ان کا کلام محض اس دور کی صوفیانہ روایت اور اخلاقی و روحانی پہلوؤں کا احاطہ ہی نہیں کرتی بلکہ ان کے کلام میں وارث شاہ کے عہد کی روح دوڑتی دکھائی دیتی ہے۔انہوں نے اپنے دورہ کے سماجی روائیوں کی بڑی باریکی بینی سے عرق ریزی کی ہے۔وارث شاہ نے غلط روائیوں ذات برادری، طبقاتی تقسیم، عورت کے استحصال اور پسماندہ طبقات کے ساتھ غیر منصفانہ سلوک اور دیگر جاہلانہ رسومات کو کڑی تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔وارث شاہ کے کلام کے ذریعے ان کے عہد کا سماج ایک بھرپور حوالہ بن کر ہمارے سامنے آتا ہے۔

سید وارث شاہ پنجابی زبان کے عظیم شاعر ہیں۔کوئی انہیں پنجابی کا شیکسپیئر کہتا ہے تو کوئی مولیرا کوئی انہیں سعدی کا ہم پلہ مانتا ہے تو کوئی رومی کا۔ان کی تصنیف "ہیر وارث شاہ" کے مطالعہ سے ان کے کئی روپ کھل کر سامنے آتے ہیں۔وہ بیک وقت صوفی بھی ہیں اور رند بھی ملاں بھی اور قلندر بھی وہ موسیقی کے رموز سے بھی آگاہ ہیں۔

سید وارث شاہ کا تاریخ کا مطالعہ نہایت وسیع ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب میں اپنے ہم عصر سیاسی ماحول کی عکاسی نہایت فنکارانہ انداز سے کی ہے۔ اگر ہمارے پاس اس عہد کی کوئی تاریخ موجود نہ ہو تو ہیر وارث شاہ کافی ہے۔

ہیر وارث شاہ کے مکالمات، کرداروں کی سماجی حیثیت، صلاحیت ماحول کے مطابق ہیں۔ بالخصوص سہتی اور جوگی کے مکالمات میں وارث شاہ نے لوگ دانش اور آفاقی سچائیوں کو نہایت خوبصورتی سے بیان کیا ہے۔ جوگی (رانجھا) سہتی سے مخاطب ہو کر عورتوں کی مزمت کرتے ہوئے کہتا ہے۔

ماؤں باپ دا ننگ ناموس ڈوبن پتاں لاہ سٹن بھلے بھائیاں دیاں

ہڈ ماس حلال حرام کپن ایہہ کوہاڑیاں ہین قصائیاں دیاں

لباں لیندیاں صاف کر دین داڑھی جویں قینچیاں احمقاں نائیاں دیاں۔ (10)

ترجمہ:- عورتیں والدین کا ننگ و ناموس ڈبو دیتی ہیں اور بھائیوں کی عزت خاک میں ملا دیتی ہیں۔ یہ تو قصائیوں کی کلہاڑوں کی مانند ہے۔ جو حلال و حرام گوشت اور ہڈیوں کے کاٹنے میں کوئی تمیز روا نہیں رکھتیں۔ ان کی مثال ان احمق نائیوں جیسی ہے۔ جن کی قینچیاں مونچھیں کاٹ کر داڑھی کو صاف کر دیتی ہیں۔

وارث پنجابی زبان کا لافانی شاعر ہے۔ جو ہر عہد میں یاد رکھا جائے گا۔ "ہیر رانجھا" وارث شاہ کی لازوال تخلیق اپنے اسلوب، موضوع اور فن کے حوالے سے اپنا ثانی نہیں رکھتی۔ اس لیے ہر دور میں وارث شاہ کی "ہیر رانجھا" ایک نئے معنوی تناظر میں سامنے آتی ہے۔ اس کلام کی اہمیت ہر دور میں تسلیم شدہ ہے۔ وارث شاہ کا عہد پنجاب کی سیاسی اور معاشی ابتری کا دور تھا۔ آج ہم اگر اپنے گردو پیش پر نظر دوڑائیں تو خوف، اکلاپا، بے چینی اور خودکش دھماکے نظر آئیں گے۔ جو آفاقی شاعر ہو وہ اپنے عہد کو اس انداز میں ساتھ لے کر چلتا ہے کہ وہ آفاقی سچائیاں اور حقائق بھی انسانی فطرت کے قریب رہ کر بیان کرتا ہے۔ کہ وہ سب کچھ ہر دور میں نت نئی آن بان کے ساتھ زندہ و جاوید نظر آئے۔ وارث شاہ نے اپنے عصری شعور اور اس کے تقاضوں کو تو بیان کرنا ہی تھا۔ مگر انہوں نے اپنے اسلوب کو اس طرح منظوم کیا ہے۔ جیسے انہوں نے اٹھارویں صدی میں بیٹھ کر آج کی صورتحال بیان کی ہے۔ وارث شاہ کا عرس 8-9 ساون کو منایا جاتا ہے۔ اس نے اپنے دور کے المناک واقعات قندھار سے لے کر چین تک، ایران سے یونان تک کا تخیلاتی محلہ وقوع بیان کر جاتا ہے۔ وارث شاہ دنیا بھر کو مقابلے پہ رکھ کر پنجابی حسن کے لیے غرور و فخر کا اعزاز حاصل کرتا ہے۔ فن کی حسن کاری کے علاوہ وارث شاہ نے اپنے دور کے بدصورت حقائق کو اپنے کلام میں پیش کرتا ہے۔

جاہل فاسق جگ نوں مت دیندے دانشمند دی مت خوار ہوئی

حق سچ دی گل نہ کرے کوئی جھوٹھ بولنا رسم سنسار ہوئی

مجلس لا ئیکے کرن حرام ایکا ہتھ ظالماں تیز کٹار ہوئی

صوبہ دار نہ حاکم نہ شاہ کوئی رعیت ملک تے سبھ اُجاڑ ہوئی۔ (11)

ترجمہ:- جاہل اور گنہگار لوگ مشورے دے رہے ہیں۔ جبکہ عقل مند کو کوئی پوچھتا نہیں کوئی بندہ سچی بات نہیں کہتا بلکہ سارا جگ جھوٹ سے کام لے رہا ہے۔ برے لوگ ایکا کر کے قوم پر ظلم کرتے ہیں۔ نہ گاؤں کا کوئی نمبر دار اور حاکم بچا نہ ہی کوئی شاہ اور نوکر بچا سب کچھ جنگ و جدال کی نظر ہو گیا۔

اورنگزیب کا دبدبہ اور جبر کئی خاموش بغاوتوں کو جنم دیتا ہے۔ دہلی کی مرکزی حکومت کمزور ہو گئی۔ سکھوں، جاٹوں، مرہٹوں، اور ایسی کئی بغاوتوں نے سر اٹھایا۔ شمال مغرب سے لوٹ مار کرنے والے گروپ آئے روز ہندوستان پر حملہ آور ہوتے جن کی زد میں پہلے پنجاب آتا ہے۔ پنجاب کا برا حال ہو رہا تھا۔ بے شک تخلیقی عمل امن کا متقاضی ہوتا ہے۔ اگر کوئی وارث شاہ یا غالب جیسا ہو تو سارے طوفانوں کے باوجود تخلیق و ہنر کے موتی مکمل ہو جاتے ہیں۔ وارث شاہ کا مطالعہ کرتے ہوئے انسان اس سوچ میں چلا جاتا ہے۔ پنجاب کا معاشرہ صدیوں سے پامال اور پرانا ہے اس میں تبدیلی اور تازگی نہیں آئی آج بھی وہی استحصالی عمل پسماندگی اور بے قدری کی فضا قائم ہے۔

وارث شاہ نے ہیر رانجھا کی داستان لکھتے ہوئے پورا پنجاب لکھا ہے۔اور وارث شاہ خود ایک ایسے کردار کی صورت میں دکھائی دیتا ہے۔جو ظلم و بربریت کے خلاف ہر انسان کا طرف دار ہے۔آزادی، حسن،انصاف،اور تہذیبی اقدار کا امانت دار ہے۔پنجاب کو آج پھر اس کردار کی تلاش ہے۔

وارث شاہ نے اپنے کلام میں اسلامی شرع کے منافی اپنے خاوند اور اہل خانہ کو بے عزت کرنے والی خواتین اور اوباش مردوں کو بھی نشانہ تنقید بنایا ہے۔اپنے کلام میں لالچی کھتریوں اور ظالم چودھریوں کے کالے کرتوت کھول کر پیش کیے ہیں۔انہوں نے پنجاب کی صبح کے منظر کا ایسا نقشہ کھینچا ہے کہ پنجاب کا کلچر رہن سہن اور روایات پوری طرح عیاں ہو گئیں ہیں۔

چڑی چوہکدی نال جاں ٹرے پاندھی پئیاں دُدھ دے وچ مدھانیاں نیں

اُٹھ غسل دے واسطے جان دوڑے سیجاں رات نوں جنہاں نے مانیاں نیں

رانجھے کوچ کیتا آیا ندی اُتے ساتھ لدیا پار مہانیاں نیں۔ (12)

ترجمہ:-جب صبح سویرے چڑیاں چہچہانے لگیں اور اور عورتیں (مدھانیاں ڈال کر) دودھ بلونے لگیں تو اس وقت وہ لوگ غسل کے لیے دوڑنے لگے، جنہوں نے رات نشاط وصل میں گزاری تھی۔اس سمے رانجھانے رخت سفر باندھا اور ایک ندی پر پہنچا، جہاں ملاحوں نے پار جانے والے مسافروں کو کشتی میں سوار کیا ہوا تھا۔

عورتوں کی اقسام بیان کیں تو زنانہ نفسیات کی پرتیں کھول کر رکھ دیں۔عشق کی بات کی تو مجاز سے حقیقت تک سفر آسان کر دیا۔عوامی مسائل کا ذکر کیا تو ملکہ ہانس کے چھوٹے بڑے آپ کے دیوانے ہو گے۔آپ نے "ہیر رانجھا" کی لافانی داستان ملکہ ہانس میں مکمل کی۔یوں یہ رومان خیز داستان عقل و دانش سے مرصع علم و ادب اور تہذیب و ثقافت کا خزانہ بن گئی۔

وارث شاہ نے اپنے دور کے ملاؤں اور قاضیوں کی ریاکاری کا پردہ بڑی بے رحمی سے چاک کیا ہے۔لکھتے ہیں کہ یہ لوگ شریعت کے احکامات بالائے طاق رکھ کر ہمیشہ اس شخص کی حمایت کرتے ہیں جو ان کو رشوت دے۔یہ لوگ دینی علوم اپنی خود غرضی کے لیے حاصل کرتے ہیں۔

مزید کہتے ہیں کہ ہمارے پیر ہر وقت اپنے نفس کی پرورش میں مصروف رہتے ہیں۔انہیں نماز روزے سے کوئی غرض نہیں۔ان کو لوگ سے قدم بوسی کرانے کا بہت شوق ہے۔بیشک مرید کے بیوی بچے فاقے کر رہے ہوں۔ان کو اپنے نزرانوں سے کام ہوتا ہے۔وارث شاہ نے ہیر لکھنے سے پہلے اس کے کرداروں کی جائے پیدائش اور مختلف مذہبی پیشواؤں کے مسکن کا دورہ کیا۔اسی سلسلے میں وہ ٹلہ جوگیاں جہلم کے قریب پہنچے اور وہاں اس وقت موجود ان کے چیلے تیرتھ ناتھ سے ملاقات کی اور وہاں رہ کر جوگیاں کی عادات و رسومات کا بغور مطالعہ کیا۔پھر اپنے دوستوں کے ہمراہ تخت ہزارے پہنچے اور وہاں رانجھے کی مسجد اور حمام کو دیکھا۔اس مسجد میں کچھ دن اعتکاف کیا۔اسی طرح وارث شاہ دوستوں کے ہمراہ جنگ سیال گے اور وہاں ہیر کے گاؤں کے لوگوں کے رہن سہن کا جائزہ لیا۔وہاں سے ہو کر وہ کوٹ قبولہ گے اور سلیم چشتی کے مزار پر حاضری دے کر پاکپتن چلے گئے۔وہاں سے ملکہ ہانس کا سفر کیا اور ملکہ ہانس میں لمبا قیام کیا اور یہاں سکونت کے دوران ہی "ہیر وارث شاہ" لکھنے کا آغاز ہوا۔شاعری میں مروجہ اصولوں کے مطابق بالخصوص پنجابی اور صوفیانہ شاعری کے انداز کے مطابق پہلے حمد پھر نعت شریف اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چاروں یاروں کا تذکرہ کیا۔اس کے بعد اپنے بزرگوں فرید گنج شکر، خواجہ قطب الدین چشتی، خواجہ معین الدین چشتی کا ذکر کیا۔جن بزرگوں نے ہندوستان میں اسلام کی روشنی پھیلائی اس کے بعد انہوں نے اس قصہ کو منظوم کیا۔

وارث شاہ نے اپنے کلام کے ذریعے اس دور کے بیلے، بھینسوں اور ریوڑوں کے چرواہے، دریا، پتن، عاشق لوگوں کی ملاقات کے ٹھکانے تک بیان کیے ہیں۔

وارث شاہ لکھتا ہے کہ پنڈ کے نائی بال کاٹنے چلے جاتے تو ان کے گھر رومان پرستوں کی ملاقات کے لیے موزوں سمجھے جاتے۔نائی کی بیوی معمولی رشوت لے کر میل ملاقاتیں کرواتی۔وارث شاہ نے بیلوں کی رونق، وسعت کا بیان کرنے کے ساتھ ساتھ بیلوں میں پائے جانے والے مختلف قسم کے 80 کے قریب گھاس کی قسمیں گنوائی ہیں۔ مٹھی نائن جو کہ ہیر کا ایک کردار ہے وہ ہیر رانجھے کی ملاقاتیں کرواتی۔معاشرے کے ایک ایک پہلو سے وارث شاہ نے پردہ اٹھا کر اس دور کی سماجی اور ثقافتی حالت بیان کی ہے۔

آخر پر وارث شاہ نے اخلاقی تعلیم دی ہے۔ کہ جب بھی کوئی بندہ اس زمین پر قدم رکھتا ہے۔ تو ہر شے سے اس کا کسی حد تک تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔ وارث شاہ یہ بات تسلیم کرتا ہے۔ کہ اچھے انسان کی خوبی اعلیٰ اخلاق ہے۔ اس لیے وہ نیک عمل کرنے پر زور دیتا ہے۔

عملاں باجھ درگاہ وچ پون پولے لوکاں وچ میاں وارث شاہ ہویا۔ (13)

ترجمہ:۔لوگوں میں تو وارث شاہ بنا پھرتا ہے. لیکن یاد رکھ اگر عمل اچھے نہ ہوئے تو درگاہ خداوندی سے جوتے پڑیں گے۔ (سزا ملے گی)

وارث شاہ لکھتے ہیں کہ ہمیں حلال و حرام میں فرق کر کے زندگی بسر کرنی ہے۔

جیہڑے چھڈ کے راہ حلال دے نوں تکن نظر حرام دی مارین گے

قبر وچ بہائیکے نال گرزاں اوتھے پاپ تے پن نروارین گے۔ (14)

ترجمہ:۔جو لوگ حلال چھوڑ کر نظر حرام سے دیکھیں گے آخر کار مارے جان گے۔ قبر میں نیکی اور بدی کی پوچھ گچھ ہو گی اور گنہگاروں کو گرزوں سے مارا جائے گا۔

وارث شاہ نے نہ صرف اٹھارویں صدی کے سماج کی رسم و رواج کی عکاسی کی ہے۔ بلکہ ہمارے آج کے پنجاب میں بھی اس دور کی سماجی و ثقافتی تصویر نظر آتی ہیں

حوالہ جات

1- علی عباس جلال پوری، مقالات وارث شاہ، روہتاس بکس، لاہور، 1972ء، ص71

2- رتن سنگھ (مرتب) حضرت وارث شاہ، اردو اکادمی دہلی، 2012ء، ص71

3- اکرم شیخ، مترجم، ہیر وارث شاہ مع اردو ترجمہ، بک ہوم لاہور، 2006ء، ص74

4- ایضاً ص96

5- ایضاً ص22

6- وارثی، شہباز رحمن سائیں، "ہیر وارث شاہ" سچیت کتاب گھر، چوک گنگارام ہسپتال، لاہور 2017ء، ص68

7- تنویر بخاری، "وارث شاہ" نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، 2012ء، ص233

8- ایضاً ص234

9- اکرم شیخ، مترجم، ہیر وارث شاہ مع اردو ترجمہ، بک ہوم لاہور، 2006ء، ص13

10- تنویر بخاری، "وارث شاہ"، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، 2012ء، ص243

11- وارثی، شہباز الرحمن سائیں، ہیر وارث شاہ سچیت کتاب گھر، چوک گنگارام ہسپتال لاہور، 2017ء، ص565

12- تنویر بخاری، "وارث شاہ"، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، 2012ء، ص187

13- ایضاً، ص2013

14-ایضاً، ص217